محتاط اور پھونک پھونک کر قدم رکھنے والے بزرگ تھے ۔ مسلمانوں کی تمام کمزوریوں سے اچھی طرح واقف تھے ۔ ان کو کسی آزمائش میں ڈالنے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوتے تھے حکومت کے حاشیہ بردار نہیں تھے لیکن بات بات پر تصادم کی حکمت عملی کو اختیار کرنے کے خلاف تھے ، جس کی وجہ سے لوگوں میں غلط فہمیاں پیدا ہوتی تھیں ۔ وہ مسلمانوں کی جان و مال کو نقصان پہنچنے کے تصوّر سے بھی پریشان ہو جاتے تھے ۔ فرقہ دارانہ فسادات ان کے لئے سوہانِ روح بن جاتے تھے ۔ ان کی غیر معمولی حساس طبیعت پر فسادات کا شدید ردِّ عمل ہوتا تھا ۔ مختلف مذہبی اور سیاسی مسلم جماعتوں میں اختلافات کی غیر معمولی شدّت کو دیکھ کر بہت کڑھتے تھے اور آپ کو حد درجہ بے بس اور مجبور سمجھنے لگتے تھے ۔ کبھی کبھی جھنجھلا اٹھتے تھے لیکن جھنجھلاہٹ میں بھی کسی کے خلاف جو کچھ کہتے تھے ایسا لگتا تھا کہ اس کا دکھ خود ہی جھیل رہے ہیں ۔ میں نے اُن کی پاک و صاف زبان سے غصہ اور خفگی کے عالم میں بھی کبھی کوئی غیر ثقہ اور خلافِ تہذیب لفظ نہیں سنا ۔ ایسے نستعلیق قسم کے بزرگ اب خال خال ہی رہ گئے ہیں ، کچھ عرصہ بعد ڈھونڈے نہیں ملیں گے ۔ اللہ تعالیٰ ایسے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی ہمیں توفیق اور خوش نصیبی عطا فرمائیں ۔ آمین

ایک مثالی شخصیت

مولانا سید محمد فاروق صاحب نگران اعلیٰ و مہتمم بچوں کا گھر، دہلی

مفکرِ ملت حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے میاں عمید الرحمٰن عثمانی سلمہ اللہ تعالیٰ نے ماہنامہ برھان کا ایک خصوصی نمبر شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے معلوم ہو کر بہت مسرت ہوئی، مجھے یاد ہے کہ میں نے حضرت مفتی صاحبؒ کے وصال کے ایک ہفتہ بعد ہی میاں عمید الرحمٰن سلمہٗ سے کہا تھا کہ مفتی صاحبؒ سے متعلق اہل قلم اور اربابِ بصیرت اور معتقدین نے اپنے تاثرات اخبارات یا خطوط میں ظاہر کیے ہیں ان کا مجموعہ شائع کیا جائے لیکن بوجوہ اب تک ایسا نہیں ہو سکا۔

حضرت مفتی صاحبؒ سے میرا تعلق جمعیۃ علماء صوبہ کے رابطہ سے سنہء میں ہوا تھا، پھر یہ سلسلہ بڑھتا رہا۔ جماعتی تعلق سے ذاتی معاملات میں صلاح و مشورہ تک پہنچ گیا۔ ہفتہ دو ہفتہ میں ضرور ملنا ہوتا تھا۔ اگر زیادہ تاخیر ہو جاتی تو خود خیریت دریافت فرماتے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے علم و فضل کا اندازہ تو اہل علم حضرات کر سکتے ہیں۔ ہاں ان کی ذہانت و بصیرت اور معاملہ فہمی کے بہت سے واقعات

سامنے آتے۔ مرحوم کی رواداری، لحاظ و مروت بے مثال تھی سخت سے سخت مخالف سے بھی وہ اسی طرح پیش آتے تھے جیسے اپنے مخلص احباب سے۔ اپنی بات کہنے میں بیباک تھے، دو مخالف گروپوں میں ایسی میان روی کی بات کرتے تھے۔ جو باہم متفق ہو جاتے تھے۔ بعض جلسوں میں تنقید کرنے والوں کی بات پوری سننے کے بعد ایسا مدلل جواب دیتے تھے کہ ناقدین لاجواب ہو جاتے تھے۔ جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے ہنگامی صورت حال پر اپنی موثر تقریر سے سامعین کو مسکت کر دیتے تھے۔

مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے زمانہ میں جمعیۃ کی اہم تجاویز مرحوم کی ہی مرہون منّت ہیں۔ مجاہد ملت سفر زیادہ کرتے تھے بلکہ سفر کرنے سے بیمار ہو جاتے تھے۔ مفتی صاحب خاص خاص موقع پر سفر میں ساتھ ہوتے تھے۔ لیکن مجاہد ملت کے انتقال کے بعد بعض مرتبہ علالت کے باوجود ملک کے کونہ کونے میں مسلمانوں کے علمی و ثقافتی، جلسوں میں ملکی، سیاسی معاملات میں شریک ہوتے تھے۔ بعض مرتبہ احقر نے عرض کیا کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ سفر نہ کیجیے انکار کر دیجیے۔ فرماتے کہ میں نے وعدہ کر لیا ہے۔

بعض مرکزی وزراء اور دانشور حضرات مشورہ لینے آتے تھے ندوۃ المصنفین کا دفتر مرجع خلائق ہو گیا۔

مجلس مشاورت کا قیام مرحوم کی ذہانت کا کارنامہ ہے۔ ملک کے سیاسی غیر سیاسی مختلف نظریات کی حامل جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے مسلم اور غیر مسلم حضرات کے ساتھ پورے ملک کا دورہ کیا۔ ملک کے آسمان پر فرقہ وارانہ نفرت کے جو بادل چھائے ہوئے تھے وہ چھٹ گئے اور برادرانہ، بھائی چارہ کی فضا پیدا ہو گئی۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد مسلم پرسنل لاء بورڈ کی صدارت کی ذمہ داری نہایت خوبی سے نبھائی۔

مولانا ابوالکلام آزاد، جواہرلال نہرو اور اندرا گاندھی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، مرحوم سیاسی نظریات میں اختلاف کے باوجود ایک عظیم مقصد کے پیش نظر سب کو ساتھ لے کر چلتے تھے اور سب ان کا احترام کرتے تھے۔

مفتی صاحب مرحوم کا بہت سے تعلیمی، سماجی، سوشل اداروں سے نہ صرف تعلق تھا بلکہ بہت اہم مقام رکھتے تھے۔ مرحوم بچوں کا گھر اور مدرسہ امینیہ اسلامیہ کے اہم رکن تھے۔ کسی مسئلہ پر فیصلہ نہایت بصیرت اور سوجھ بوجھ سے کرتے تھے لیکن اگر کسی معاملہ کا کوئی نیا پہلو اجاگر ہو جاتا تو اسے بخوشی قبول کر لیتے تھے۔

ندوۃ المصنفین مرجع خلائق تھا۔ دن ہو یا رات ہر خدمت کے لیے اور علالت کے باوجود تیار رہتے تھے۔

بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

مفکّرِ ملّت

(۱۹۰۱ء - ۱۹۸۴ء)

مولانا عطاء الرحمٰن قاسمی

جان کر منجملۂ خاصانِ میخانہ مجھے
مدّتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

موزوں قد و قامت، گندمی رنگ، اڑی ہوئی بھوئیں اور سر پر برائے نام سفید بال اس پر قرینے سے دھری ہوئی سیاہ بالوں والی کشمیری کیپ، قدرے کشادہ پیشانی اس پر نصف صدی سے زائد کی درخشاں تاریخ کے زندہ و تابندہ نقوش، چہرے پر کسی بوسیدہ تاریخ کے گنجلک اوراق کی طرح بکھری ہوئی جھرّیاں جو عمر بھر کے تجربوں، بصیرتوں کا ثبوت اور زمانہ کے ہزار ہا نشیب و فراز کی نشاندہی کرتی تھیں۔

مشرع سفید ڈاڑھی، عالمانہ طرز کی کتری ہوئی مونچھیں، موزوں شیروانی، چھوٹا کرتا جو عثمانی یونیفارم کا آئینہ دار۔

ملّتِ اسلامیہ کے دردمند رہنما، مذہب و سیاست کا مجمع البحرین، تحریک آزادی کے بطل جلیل، سیّد جمال الدّین افغانیؒ کی بے لوث صداؤں کی آخری صدائے بازگشت، قومی یکجہتی کے علمبردار، وطنی وفاداری کا نشان، مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی کا تفقہ، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی خطابت اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ کی اصابت رائے کی نادر الوجود مثال، وضعداری شرافت کی جیتی جاگتی اور منہ بولتی تصویر، تہذیب و روایت کی دیوارِ چین، زہر کے گھونٹ پلانے والے قاتلوں کو مبتلائے مصیبت دیکھ کر تڑپ جانے والے بزرگ۔ امیر مینائی کے تفوّلاتی شعر کی صحیح معنوں میں عملی تفسیر ؎